حرف آغاز

قلب - خیر وشر کا مرکز
(آیاتِ قرآنی کا مطالعہ)

سید جلال الدین عمری

قلب کا لفظ اردو زبان میں دل کے لیے عام طور پر بولا جاتا ہے۔ یہ عربی لفظ ہے۔ اس کی جمع قلوب ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال مجرد یا اضافت کے ساتھ ایک سو بتیس (۱۳۲) مرتبہ ہوا ہے۔ 'قلب' کے لفظی معنی ہیں: حرکت کرنا، الٹ پلٹ کرنا اور ایک حالت سے دوسری حالت میں کرنا۔[۱]

قلب مستقل حرکت میں ہوتا ہے اور ایک حالت میں نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے قلب کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں قلب کے مادّے اور اس کے مشتقات کا استعمال اس کے لغوی معنی میں متعدد مواقع پر ہوا ہے۔[۲]

قلب کا ہم معنی لفظ 'فواد' ہے۔ اس میں کسی چیز کو پکانے، بریاں کرنے اور بھڑکنے کا تصور ہے۔ دل کو اس کے بھڑکنے کی وجہ سے فواد کہا جاتا ہے۔[۳]

۱۔ مجد الدین فیروز آبادی کہتے ہیں: قَلَبَه یَقْلِبُه حوَّله عن وجهه ... قَلَب الشیء حوَّله ظهرًا لبطن۔ القاموس المحیط، مادہ قلب، ص ۱۵۴۔ المعجم الوسیط میں ہے: قلب الشیء قلبا جعل اعلاه اسفله او یمینه شماله او باطنه ظاهره، ص ۷۵۲۔

۲۔ اس کی دو ایک مثالیں یہاں پیش کی جارہی ہیں۔ لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ۔ آل عمران: ۱۹۶ (تمھیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے ملکوں میں ان لوگوں کی چلت پھرت جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے) سورۂ نور (آیت: ۴۴) میں ہے۔ یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ (اللہ تعالیٰ رات اور دن کو الٹ پلٹ کرتا رہتا ہے)۔

۳۔ صاحب قاموس کہتے ہیں: فاد الخبز جعله فی الملة. فاد اللحم شواه ... التفود التحرق والتوقد و منه الفؤاد للقلب۔ مادہ فاد، ص ۳۲۹۔ لسان العرب میں ہے: الفؤاد القلب لتفؤده و توقده، ج ۳، ص ۳۲۸، مادہ فأد

قرآن مجید میں قلب کے لیے فؤاد کا لفظ بھی آیا ہے۔سورۂ نجم میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (النجم:۱۱)	اس نے جو کچھ آنکھوں سے دیکھا دل نے اسے غلط نہ کہا۔

قرآن میں فؤاد اور اس کی جمع افئدۃ کا استعمال سولہ (۱٦) بار ہوا ہے۔

سمع، بصر اور فؤاد، اللہ کی خاص نعمتیں ہیں۔ان کے ذریعے انسان کو اشیاء کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ صحیح نتائج اخذ کرسکتا ہے۔قرآن میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکرگزار ہونا چاہیے۔یہاں بعض حوالے دیے جارہے ہیں:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ (النحل:۷۸)	اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اس نے تمھیں کان، آنکھ اور دل عطا کیے (اور تم جاننے لگے) تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

سورۂ سجدہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، اس کی نسل ایک حقیر پانی (مادۂ منویہ) سے چلائی، اسے نِک سِک سے ٹھیک کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونکی۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝ (السجدۃ:۹)	اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے۔کم ہی تم شکر ادا کرتے ہو۔

سورۂ ملک میں ہے:

قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝ (الملک:۲۳)	(ان سے) کہو کہ وہی ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمھیں کان، آنکھ اور دل دیے۔کم ہی تم شکر ادا کرتے ہو۔

یہی آیت سورۃ المومنون میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ آئی ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝ (المومنون:۷۸)	وہی ذات ہے جس نے تمھارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ ذرائعِ علم اس لیے عطا کیے ہیں کہ اس کے احسان کا اعتراف ہو، آدمی کا سر جذبۂ شکر سے جھک جائے اور ان کا صحیح استعمال ہو۔ یہ حقیقت نہیں بھولنی چاہیے کہ ان کے غلط استعمال پر اللہ کے ہاں باز پرس بھی ہوگی:

وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً (الاسراء:۳۶)	اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں علم نہیں ہے۔ بے شک کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔

جس بات سے آدمی کو صحیح واقفیت نہ ہو اس کے پیچھے پڑنا اور اس پر عمل کرنا اخلاقی جرم ہے، اس سے معاشرے پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ اس سے جھوٹ، افترا پردازی، تہمت اور جھوٹی گواہی جیسی خرابیوں کی راہ کھلتی ہے۔ بغیر تحقیق کے جو بات کہی جائے گی اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

قلب کی طبعی اہمیت

ہمارے جسم میں دل بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے اعضاء رئیسہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہمارا دل ایک لمحہ کے لیے بھی رُکے بغیر رات دن حرکت کرتا رہتا ہے اور خون کو صاف کرکے پورے جسم میں پہنچاتا اور اسے توانائی فراہم کرتا ہے۔ اسی کے ذریعے انسان کی زندگی قائم ہے۔ اس کی حرکت میں ذرا بھی فرق آجائے تو زندگی کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اس کی حرکت بند ہوجائے تو انسان کو موت کی آغوش میں پہنچنے سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی۔ اس لیے ہر انسان کی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کا دل ٹھیک طریقہ سے اپنا فرض انجام دیتا رہے۔

دل سے حیاتِ روحانی کا تعلق

ایک اور پہلو سے دیکھیے تو دل غلط اور صحیح افکار و جذبات کی آماج گاہ ہے۔ اس سے انسان کی حیاتِ جسمانی ہی نہیں حیاتِ روحانی بھی وابستہ ہے۔ قرآن مجید دل کا اسی رُخ سے ذکر کرتا ہے۔ اس نے اس بات پر تنقید کی ہے کہ آدمی دل سے صحیح کام نہ لے اور اندھا بہرا بن کر غلط راستے پر چل پڑے۔ خدا کے منکرین و مشرکین یہی رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اس نے

کہا کہ غفلت کی یہ زندگی جانوروں سے بدتر زندگی ہےاورآ خرت کوتباہ کرنے والی ہے:

وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيۡرًا مِّنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَ لَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓـئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ○ (الاعراف:۱۷۹)

جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے وہ ہیں، جن کو ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ان کے دل ہیں، لیکن وہ ان سے نہیں سمجھتے۔ ان کی آنکھیں ہیں، لیکن وہ ان سے نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں، لیکن ان سے وہ نہیں سنتے۔ یہ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہوئے۔ یہ وہ ہیں، جو غفلت میں پڑے ہیں۔

دل انسان کے فکر و عمل کا رخ متعین کرتا ہے۔اسی کے ذریعے وہ جنت یا جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ جہنم میں اس وجہ سے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے سوچنے سمجھنے کی جو صلاحیت دی انھوں نے اس کا صحیح استعمال نہیں کیا۔اسی لیے فرمایا: ’’ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔‘‘ اس کی وجہ یہ بیان کی: ’’لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا‘‘ (اللہ نے ان کو دل دیے، لیکن اس سے وہ غور وفکر اور سوجھ بوجھ کا کام نہیں لے رہے ہیں۔) انھوں نے یہ نہیں سوچا کہ ان کو کس نے پیدا کیا؟ اگر اللہ نے پیدا کیا ہے تو وہ ان سے کیا چاہتا ہے؟ انہیں دنیا میں کیسی زندگی گزارنی چاہیے؟ کیا یہ زندگی یوں ہی ختم ہوجائے گی یا اس کے بعد بھی کوئی زندگی ہے؟ جہاں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے؟ انہوں نے یہ سوچ کر زندگی گزار دی کہ اس دنیا سے آگے کچھ نہیں ہے۔ ع

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اس کے بعد فرمایا: ’’وَ لَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا‘‘ (وہ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں ہیں۔) اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی آنکھیں پھوٹ گئی ہیں اور وہ اندھے ہوگئے ہیں، بلکہ وہ نگاہِ حقیقت بین سے محروم ہیں۔ وہ دنیا کو مادّی راحت و آسائش کا ذریعہ تصور کرتے ہیں، اس سے فائدہ اٹھانے، لذت یاب ہونے اور جذبات کو تسکین دینے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ان کی علم و تحقیق اور تگ و دو اسی کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے قدرت کی کارفرمائی انہیں نظر نہیں آتی۔ وہ دیکھنے کے باوجود حقیقت میں نہیں دیکھتے۔ان کے بارے

میں کہا گیا:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں،
يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ○	ان پر ان کا گزر ہوتا رہتا ہے لیکن وہ ان سے
(یوسف:۱۰۵)	بے رخی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

قرآن چاہتا ہے کہ آدمی اس کائنات کو دیکھے تو اس کے خالق و مالک کو پہچاننے کی کوشش کرے، اس سے قربت کی راہ اختیار کرے، اس کی اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ اس کے اندر پیدا ہو، لیکن افسوس کہ اللہ نے انھیں آنکھیں دیں، لیکن اس سے وہ یہ کام نہیں لے رہے ہیں:

آگے فرمایا: 'وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا' (ان کے کان ہیں، لیکن وہ ان سے سنتے نہیں ہیں) ان کے سامنے اللہ کے پیغمبر، ان کے جانشین، ہر دور کے صالح اور خدا ترس بندے اللہ کا دین اور اس کی تعلیمات پیش کرتے ہیں، لیکن وہ انہیں سننے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے۔ کوئی تبلیغ، کوئی تذکیر اور کوئی وعظ ونصیحت انہیں حق کی طرف متوجہ نہیں کرتی۔ وہ بہرے کانوں سے سنتے ہیں اور اندھی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ان کے متعلق فرمایا: "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ" (یہ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گم راہ اور یہ وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہیں۔)

جو لوگ دل و دماغ سے کام نہیں لیتے، دیکھنے میں تو جانوروں سے وہ مختلف نظر آتے ہیں۔ ان کا قد سیدھا ہے، چار پیر کی جگہ دو پیر سے چلتے ہیں، ہاتھوں سے چیزوں کو پکڑتے اور استعمال کرتے ہیں۔ بے زبان نہیں، منہ میں زبان رکھتے ہیں۔ لیکن ذہن ومزاج اور رویہ کے لحاظ سے جانور ہی ہیں۔ جانور کو زندہ رہنے، کھانے پینے اور جنسی خواہش کی تکمیل اور نسل کشی سے آگے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ یہ بھی ان ہی چیزوں کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: 'بَلْ هُمْ اَضَلُّ' (بلکہ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں)۔ اس لیے کہ جانور کو عقل نہیں ہے، لیکن یہ باعقل و باخرد جانور ہیں۔ جانور سے قیامت میں باز پرس نہ ہوگی کہ اس نے کیا دیکھا، کیا نہیں دیکھا، قلب و دماغ سے کام لیا یا نہیں لیا، لیکن انسان کو ان سوالات کا سامنا کرنا پڑے

گا۔اس وجہ سے کہا گیا کہ یہ غفلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

دنیا میں بڑی بڑی زور آور اور طاقت ور قومیں پائی گئیں۔جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کی مخالفت کی اور ان کی تعلیمات کو ٹھکرا دیا وہ تباہ ہوگئیں۔ان کی مادّی ترقی اور شان و شوکت انہیں بچا نہ سکی۔قرآن کہتا ہے: جو لوگ دل و دماغ سے محروم ہیں وہ اسے گردشِ دوراں یا تاریخ کے لازمی تقاضوں کے طور پر دیکھتے ہیں، اس سے جو نصیحت حاصل کرنا چاہیے نہیں حاصل کرتے:

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ○ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَا اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ○ (الحج:۴۵،۴۶)

کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا، اس لیے کہ انہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کیا۔ یہ اپنی چھتوں کے ساتھ الٹی پڑی ہیں، کنویں بیکار ہیں (کوئی ان کا استعمال کرنے والا نہیں) اور مضبوط قلعے ہیں جو کھنڈر بن گئے ہیں۔کیا یہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ہوتے جس سے وہ سوچتے یا کان ہوتے جن سے سنتے۔حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اصل اہمیت انسان کے قلب کی ہے۔دل اندھا ہے تو آنکھیں بھی بصیرت سے محروم ہو جاتی ہیں اور انسان گوشِ ہوش بھی کھو بیٹھتا ہے۔

قلب۔خیالات و جذبات کا مرکز

انسان کے قلب ہی میں صحیح یا غلط افکار اور جذباتِ عمل پرورش پاتے ہیں۔اسی میں توحیدِ خالص کا عقیدہ جاگزیں ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا جذبہ ابھرتا اور تقویٰ و طہارت کا رجحان نشو ونما پاتا ہے۔قلب ہی میں صداقت، دیانت و امانت، عفت و عصمت، ہمدردی، اخلاص و خیرخواہی جیسی اعلیٰ اخلاقیات کی تخم ریزی ہوتی ہے اور وہ برگ و بار لاتی ہیں۔

قلب ہی میں کفر، شرک، خدا بے زاری اور معصیت جگہ پاتی ہے۔اسی میں نفاق،

ریا کاری، جھوٹ، نفرت وعداوت، بغض وحسد، شقاوت اور سنگ دلی، عریانی اور بے حیائی جیسے سفلی جذبات ابھرتے ہیں۔

قرآن مجید میں بعض اعمال کو صراحت کے ساتھ قلب کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہاں ان ہی کے حوالوں سے گفتگو کی جائے گی۔

کفر وشرک اور طبعِ قلب

قرآن مجید نے کفر وشرک کے رویہ اور اس کے اسباب ومحرکات پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں کہا گیا کہ یہ کتاب ہدایت ہے، لیکن جن لوگوں نے کفر ہی پر قائم رہنے کا فیصلہ کرلیا ہے ان کے حق میں اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے انذار کی سعی و جہد اور کفر کے نتائج سے آگاہ کرنا کارگر نہ ہوگا۔ وہ کسی حال میں ایمان نہیں لائیں گے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (البقرۃ:۷)	اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے ہیں، ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

دل پر جب مہر لگ جاتی ہے تو آدمی حق کو سننے اور اسے سمجھنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا اور کائنات میں موجود دلائل پر غور نہیں کرتا۔ اس سے ہدایت وضلالت کے معاملہ میں قلب کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس آیت کے ذیل میں علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

فیہ دلیل علی فضل القلب علی جمیع الجوارح ... فالقلب موضع الفکر[1]	اس میں تمام اعضاء پر قلب کی برتری کی دلیل ہے.........قلب غور وفکر کی جگہ اور محل ہے۔

طبعِ قلب کا مفہوم

قرآن مجید میں 'طبعِ قلب' (دل پر مہر لگانے) کا ذکر مختلف مناسبتوں سے آیا ہے۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے کہ اس نے دل پر مہر لگادی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دل پر مہر لگادی، اس لیے قبولِ حق کا امکان نہیں رہا، بلکہ اس میں اللہ کا قانون

[1] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد ا، جزء ا، ص ۱۳۱

بیان ہوا ہے کہ آدمی کفر وشرک پر اصرار کرے، غلط روی سے باز نہ آئے اور اصلاحِ حال کے لیے آمادہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے، زبردستی اس کے دل کی دنیا نہیں بدلتا اور اپنی قوتِ قاہرہ سے کھینچ کر اسے سیدھے راستے پر نہیں لگاتا۔

قرآن مجید میں یہ بات اچھی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ دل پر کب مہر لگ جاتی ہے؟ یہود کے متعلق کہا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول ماننے کے باوجود وہ انہیں ہر طرح اذیت دینے لگے۔ ان کی اس غلط روش کے نتیجے میں ان کے دل راہ راست سے پھیر دیے گئے:

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ (الصّف:۵)

جب انھوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یعنی یہود کی کج روی کی وجہ سے اللہ نے ان کے دل راہ راست سے پھیر دیے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قانون بھی بیان کر دیا گیا کہ جو لوگ فسق وفجور ہی کی راہ پر چلنا چاہیں اللہ انھیں ہدایت سے نہیں نوازتا۔

منافقین کے بارے میں ارشاد ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ○ (المنفقون:۳)

یہ اس لیے کہ وہ ایمان لائے، پھر کفر کیا۔ اس لیے ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی۔ پس وہ نہیں سمجھیں گے۔

منافقین نے دعویٰ ایمان کے باوجود کفر کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔ اس پر وہ ثابت قدم رہنا چاہتے ہیں اور اس کے عواقب ونتائج پر غور کرنے کے لیے بھی آمادہ نہیں ہیں۔ ان کے اس غلط رویہ کی وجہ سے ان کے دل پر مہر لگ گئی ہے۔ کوئی بات سمجھنے کے لیے انھوں نے دل و دماغ کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔

آدمی اگر سب کچھ جاننے کے باوجود خواہشِ نفس کو خدا بنا بیٹھے اور اس کے پیچھے سرپٹ دوڑنے لگے تو حق بات سننے کے لیے کان اور اسے قبول کرنے کے لیے دل آمادہ نہیں

ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کی بنیاد پر اس کی سماعت پر اور دل و دماغ پر مہر لگا دیتا ہے اور اس کی آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ کوئی اسے راہ ہدایت نہیں دکھا سکتا:

اَفَرَاَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمۡعِهٖ وَ قَلۡبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنۡ یَّهۡدِیۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ○ (الجاثیۃ:۲۳)

کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش (نفس) کو اپنا خدا بنا لیا اور اللہ نے اپنے علم کی بنیاد پر اسے گم رہی میں ڈال دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ پھر کون ہے اللہ کے بعد جو اسے راستہ دکھائے، تو کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

فرعون اور آلِ فرعون کے درمیان ایک مردِ مومن کی تقریر قرآن میں تفصیل سے نقل ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کبر و غرور اور اپنی بڑائی کے نشے میں بے دلیل خدا کی ہدایت کا انکار کیا جانے لگتا ہے تو خدا کا غضب بھڑک اٹھتا ہے اور دل پر مہر لگ جاتی ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُجَادِلُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیۡرِ سُلۡطٰنٍ اَتٰىهُمۡ ؕ كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ وَ عِنۡدَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ كَذٰلِكَ یَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلۡبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (المومن:۳۵)

بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں میں بغیر کسی دلیل اور سند کے جو ان کے پاس موجود ہو، جھگڑا کرتے ہیں، وہ اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک سخت غصہ کے مستحق ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

یہود کی پوری تاریخ ان کی غلط کاریوں کی تاریخ ہے۔ اس کا ایک ورق اس طرح کھولا گیا ہے:

فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّیۡثَاقَهُمۡ وَ كُفۡرِهِمۡ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ قَتۡلِهِمُ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ وَّ قَوۡلِهِمۡ قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ بَلۡ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا○ (النساء:۱۵۵)

انھوں نے جو عہد و پیمان کیا تھا اس کو توڑنے، اللہ کی آیات کا انکار کرنے، انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور اس وجہ سے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں (ان پر اللہ کا عتاب ہوا) حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ وہ کم ہی ایمان لائیں گے۔

قرآن مجید میں دل پر مہر لگنے کے لیے یہ تعبیر بھی اختیار کی گئی ہے کہ دل پر پردے پڑ

گئے ہیں۔ سورۂ انعام میں مشرکین کے متعلق کہا گیا کہ وہ بہ ظاہر تمھاری باتیں سننے پر کبھی کان لگاتے ہیں، لیکن حقیقتاً وہ نہیں سنتے، ان کے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔ وہ اسے نہیں سمجھیں گے اور اسے داستان سرائی کہہ کر رد کردیں گے:

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّسۡتَمِعُ اِلَيۡكَ‌ ۚ وَ جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَ فِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا‌ ؕ وَ اِنۡ يَّرَوۡا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡا بِهَا‌ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوۡكَ يُجَادِلُوۡنَكَ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ‏ ۝ (الانعام:۲۵)

ان میں سے بعض تمھاری بات کان لگا کر سنتے ہیں (لیکن حق کو قبول کرنے کے ارادے سے نہیں) ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال رکھی ہے۔ وہ ہر ایک نشانی دیکھ لیں، تب بھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب جھگڑا کرنے کے لیے تمھارے پاس آئیں گے تو جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے وہ کہیں گے کہ یہ تو اگلوں کی داستانیں ہیں۔

حق کے دلائل واضح ہونے اور تذکیر ونصیحت کے بعد بھی آدمی انکار کی روش اختیار کرے اور اس کے انجام کو دیکھنے کے لیے آمادہ نہ ہو تو دل کے دروازے بند ہوجاتے ہیں اور کان صدائے حق سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ایسے ظالموں کے متعلق کہا گیا:

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا وَ نَسِىَ مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ‌ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا‌ ؕ وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ۝ (الکہف:۵۷)

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی گئی اور اس نے ان سے اعراض کرلیا اور اس کے دونوں ہاتھوں نے جو آگے بھیجا ہے اسے بھول گیا، ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ہے۔ اگر تو ان کو راہِ راست کی طرف بلائے تو وہ کبھی راہ نہیں پائیں گے۔

اوپر کی آیات میں وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ دل پر مہر کب لگتی ہے اور پردے کب پڑتے ہیں؟ ہدایت سے محرومی کے اسباب کیا ہیں؟

اہلِ ایمان کے قلوب کا حال

اس کے برخلاف ایمان دل میں راسخ ہو جاتا ہے تو انسان کی زندگی پر اس کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ وہ اس پر ثابت قدم رہتا ہے اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرنے لگتا ہے۔ اِس کردار سے انسان پر راہِ ہدایت مزید کھلتی چلی جاتی ہے:

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (التغابن:۱۱)

جو تکلیف بھی پہنچتی ہے اللہ کے حکم ہی سے پہنچتی ہے۔ جس کا اللہ پر ایمان ہو، اللہ اس کے قلب کو ہدایت سے نوازتا ہے۔ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

اللہ کے ان نیک بندوں کا، جو اس کے گھر آباد رکھتے ہیں، ذکر ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ○ (النور:۳۷)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور لین دین، اللہ کے ذکر سے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتے۔ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں، جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ جائیں گے۔

ایک جگہ فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے اس کے دشمنوں سے محبت اور رازداری کا تعلق رکھیں، چاہے وہ ان کے ماں باپ اور اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ان کے دین و ایمان کا تقاضا ہے:

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (المجادلة:۲۲)

یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح (غیبی طاقت) سے ان کی مدد کی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کا گروہ ہیں۔ سن رکھو اللہ کا گروہ ہی فلاح یاب ہے۔

وہ اس بات کی دعا کرتے رہتے ہیں کہ راہِ راست ملنے کے بعد دل غلط رخ نہ اختیار

کرلے اور وہ آخرت میں اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں:

رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لاَ يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ○ (آل عمران:۸،۹)

اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو، جب کہ تو نے ہمیں ہدایت سے نوازا ہے، راہِ راست سے نہ پھیر دے اور اپنے پاس سے رحمت سے نواز دے۔ بے شک تو ہی سب کچھ بخشنے والا ہے۔ اے ہمارے رب بے شک تو اس دن (قیامت) تمام لوگوں کو جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یقیناً اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

یہ دو تصویریں ہیں۔ ایک طرف غلط روی پر اصرار ہے، دلائل سے اعراض اور بے توجہی ہے، اللہ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پامالی ہے، جو اللہ کے غضب کو دعوت دیتی اور انسان کو ہدایت سے محروم کردیتی ہے۔ دوسری طرف اللہ کا خوف اور خشیت ہے، اس کے دین سے محبت اور اس کے لیے قربانی کا جذبہ ہے، جو انسان کو ہدایت کا مستحق بناتا ہے۔

نفاق کا مرض

نفاق ایک خطرناک مرض ہے۔ یہ ایمان کی ضد ہے۔ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ جس دل میں نفاق ہوگا وہ ایمان سے خالی ہوگا اور جہاں ایمانِ خالص ہوگا وہ نفاق سے پاک ہوگا۔ سورۂ بقرہ کے شروع ہی میں منافقین کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں، لیکن اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ وہ اپنی چرب زبانی سے اہل ایمان کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حالاں کہ وہ خود فریب خوردہ ہیں۔ اہل ایمان کے درمیان اپنے ایمان کا چرچا کرتے ہیں، لیکن اپنے حلقے میں پہنچتے ہیں تو انھیں اپنی دوستی کا یقین دلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان والوں سے مذاق کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل قرآن میں جگہ جگہ موجود ہے۔ اس پستیِ کردار کی وجہ ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

فِيْ قُلُوْبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۰)

ان کے دلوں میں روگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس روگ میں اضافہ کردیا ہے۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس جھوٹ کی بنا پر جو وہ بولتے ہیں۔

ان کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اور اسے چھپانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہیں ۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۔

حقیقی ایمان

اس کے برخلاف حقیقی ایمان خدا اور رسول پر یقینِ کامل کا نام ہے، جو ہر شائبہ شک و تردد سے پاک ہوتا ہے۔اس کی پہچان ہی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی آسان ہوجاتی ہے۔(الحجرات:۱۵)

نفاق کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے دین سے بیر ہوتا ہے،لیکن ایمان سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ایک جگہ اصحابِ رسول ﷺ کی تعریف کی گئی ہے:

وَلٰکِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً وَّاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (الحجرات:۷،۸)

لیکن اللہ نے تمھیں ایمان کی محبت دی، اس سے تمھارے دلوں کو آراستہ کیا، کفر، فسق اور معصیت سے تمھارے اندر نفرت پیدا کردی۔ ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ سب اللہ کا فضل اور انعام ہے۔اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نفاق کی ایک پہچان نازک مواقع پر خوف اور ہراسانی ہے۔ جب آزمائش کا مرحلہ سامنے ہوتا ہے تو منافق اس سے بچنے کی تدبیر سوچنے لگتا ہے۔ وہ جرأت و ہمت کے مظاہرے کی جگہ اپنی بزدلی کی توجیہ کرنے لگتا ہے۔اسے اپنی اصلاح کی فکر تو نہیں ہوتی،البتہ دوسروں کی کمزوریاں تلاش کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ جنگِ احد میں مسلمانوں کو فتح و نصرت کے بعد بعض لوگوں کی غفلت کی وجہ سے شکست سے دوچار ہونا پڑا اور بڑا جانی نقصان بھی ہوا۔ اسے اہلِ ایمان نے اللہ کا فیصلہ سمجھا اور نئے عزم و ہمت سے پیش قدمی جاری رکھی، لیکن منافقین کہنے لگے:

هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ... لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَا قُتِلْنَا هٰهُنَا

کیا ہمارا اس معاملہ میں کوئی اختیار ہے؟ (ہماری تو کوئی نہیں سنتا)...اگر معاملات میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔

قرآن مجید نے اس کے جواب میں کہا کہ موت کا جو وقت طے ہے اور جہاں موت آنی ہے اسی وقت اور اسی جگہ موت آئے گی۔ تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو تب بھی موت تمھیں باہر کھینچ لائے گی۔ دراصل اس واقعہ میں تمھارا امتحان ہے:

وَ لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (آل عمران:۱۵۴)

(یہ اس لیے ہوا) تاکہ تمھارے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اس کی آزمائش کرے اور جو کچھ تمھارے سینوں میں کھوٹ ہے اسے باہر نکال دے اور اللہ دلوں کا حال جانتا ہے۔

نازک مواقع پر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو سکونِ قلب سے نوازتا اور ان کے ایمان و یقین میں اضافہ فرماتا ہے۔ صلحِ حدیبیہ کو قرآن نے 'فتح مبین' قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کے بعد دین کی کامیابی کی راہیں کھل گئیں۔ یہ صلح جن حالات میں ہوئی اس پر بعض اہل ایمان کو بھی تردد تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے جلد ہی انہیں سکون اور اطمینان عطا فرمایا کہ یہ صلح اللہ کے دین کے حق میں مفید ہے:

هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ (الفتح:۴)

وہی ذات ہے جس نے سکون نازل فرمایا اہل ایمان کے قلوب میں، تاکہ ان کے اندر جو ایمان ہے اس میں مزید اضافہ ہوجائے۔ اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے لشکر۔ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مادی وسائل اور افرادی طاقت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی بنیاد پر جو قومیں دوسروں پر برتری چاہتی ہیں، وہ خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ زمین اور آسمان کے سارے لشکر اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے غلبہ و اقتدار عطا کرتا ہے۔

قساوتِ قلب

قرآن مجید کی عظمت کا بیان سورۂ حشر میں ان الفاظ میں ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ○ (الحشر:۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے جھک گیا ہے اور پھٹ پڑا ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

مطلب یہ کہ پہاڑ کو انسان کی طرح عقل وخرد ہوتی، اسے آزادی فکر وعمل سے نوازا جاتا، قرآن کے احکام کا مکلّف بنایا جاتا اور اس کے انجامِ نیک و بد سے آگاہ کیا جاتا تو اس کی بلندی ختم ہو جاتی، وہ خوف سے جھک جاتا اور پارہ پارہ ہو جاتا، لیکن یہی قرآن انسان سے خطاب کر رہا ہے اور وہ اس سے اثر نہیں قبول کر رہا ہے، اس کی قساوت نہیں جاتی ۔اس میں غور و فکر کا بڑا سامان ہے۔

یہود کی قساوتِ قلب کا قرآن میں مختلف مواقع پر ذکر ہے اور وہ اسباب بھی بیان کر دیے گئے ہیں، جن سے یہ قساوت پیدا ہوتی ہے۔ایک جگہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کے لیے تمھارے اندر آمادگی نہیں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گائے ذبح کرنے کے لیے کہا تو تم نے طرح طرح کے سوالات شروع کر دیے۔اللہ تعالیٰ نے مردے کو زندہ کر کے تمھارے سامنے اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا، تاکہ تمھارے اندر زندگی بعد موت پر یقین پیدا ہو، لیکن اس کے باوجود تمھیں ایمان کی دولت نصیب نہ ہوئی اور تمھارے دل سخت سے سخت تر ہوتے چلے گئے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُم مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ○ (البقرة:۷۴)

پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہوگئے۔ وہ پتھر کے مانند ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔بعض پتھر تو وہ ہیں، جن سے نہریں بہتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو شق ہوجاتے ہیں اور ان سے پانی نکلنے لگتا ہے اور بعض وہ ہیں جو اللہ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

یہاں تین طرح کے پتھروں کا ذکر کیا گیا ہے۔بعض پتھر وہ ہوتے ہیں جن سے

نہریں رواں ہوتی ہیں اور دنیا ان سے سیراب ہوتی ہے۔ بعض پتھروں سے تھوڑا بہت پانی نکلتا ہے اور اس سے اسی قدر فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ بعض پتھر اس طرح کار آمد نہیں ہوتے، لیکن ان میں اللہ کا خوف ہوتا ہے اس سے وہ گر پڑتے ہیں۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تم اپنی افادیت کھو چکے ہو، تم سے کسی بڑے فائدے کی کیا توقع کی جائے، تھوڑا سا فائدہ بھی نہیں پہنچ رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ تمھارے قلوب اللہ کے خوف اور خشیت سے بھی خالی ہو چکے ہیں۔

یہود نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد وفا باندھا تھا اسے توڑ دیا، اس وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیے گئے، ان کے دل سخت ہو گئے، ان کے لیے ہر غلط کام کا کرنا آسان ہو گیا۔ اپنے حقیر مفادات کے لیے وہ اللہ کی کتاب میں تحریف تک کر رہے ہیں اور اس کی تعلیمات کو فراموش کر بیٹھے ہیں:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً. يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ (المائدۃ:۱۳)

ان کے نقضِ میثاق کی وجہ سے ان پر ہم نے لعنت کر دی (اپنی رحمت سے دور کر دیا) اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ کلام کو اپنے موقع محل سے پھیر دیتے ہیں اور جن باتوں کی ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ فراموش کر چکے ہیں۔

ایک اور موقع پر فرمایا: اللہ کی کتاب یہود کے پاس تھی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اسے انھوں نے پس پشت ڈال دیا، اس کی وجہ سے دل سخت ہو گئے۔ اللہ کی کتاب دل میں نرمی اور گداز پیدا کرتی ہے۔ اس کو چھوڑنے کے بعد قساوتِ قلب کیسے دور ہو سکتی ہے؟ اور آدمی فسق و فجور سے کیسے باز رہ سکتا ہے؟ مسلمانوں کو یہ روش اختیار کرنے سے منع کیا گیا:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ ○ (الحدید:۱۶)

کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دلوں میں اللہ کے ذکر سے اور جو حق نازل ہوا ہے اس سے خشوع پیدا ہو اور وہ ان لوگوں کی روش نہ اختیار کریں، جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی اور ان پر ایک مدت گزر گئی (ان میں خشوع نہیں پیدا ہوا) اور ان کے دل سخت ہو گئے۔ ان میں سے بیشتر فاسق ہیں۔

جب قومیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو فراموش کر دیتی ہیں تو ان پر اس کا عذاب آتا ہے۔ وہ معیشت کی تنگی، فقر و فاقہ اور طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف پلٹیں اور اپنی روش پر نادم اور شرم سار ہوں، لیکن قساوتِ قلب کی وجہ سے انہیں رجوع الی اللہ نصیب نہیں ہوتا اور شیطان انھیں یہ باور کرا دیتا ہے کہ یہ سب گردش ایام ہے، جس روش پر وہ گامزن ہیں وہ صحیح ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ ○ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ○

(الانعام: ۴۲، ۴۳)

ہم نے تم سے پہلے دوسری قوموں میں بھی رسول بھیجے (جب انھوں نے ان کی بات نہ مانی تو) ہم نے ان کو فقر و فاقے اور بیماریوں میں پکڑ لیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔ ہم نے ان کی گرفت کی تو انھوں نے کیوں نہیں عاجزی اختیار کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہوگئے اور جو کچھ وہ کر رہے تھے شیطان نے اسے انہیں آراستہ کر کے دکھا دیا تھا۔

اس طرح کی قومیں تذکیر و تنبیہ کے باوجود اگر اپنی روش سے باز نہ آئیں تو ان کی آزمائش دوسری طرح سے ہونے لگتی ہے۔ ان پر ہر طرح کے عیش و عشرت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ جب وہ اس میں مست و مگن ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور ان کی داستان ختم ہو جاتی ہے:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

(الانعام: ۴۵)

پس ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کی راہ اختیار کی۔ شکر ہے اللہ کا جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔

یہ سب قساوتِ قلب کا نتیجہ ہے۔ لیکن مومن کا قلب اس سے پاک ہوتا ہے۔ اللہ کے منکرین اور مخالفین کے سامنے اس کا کلام پیش کیا جاتا ہے تو اسے وہ اندھے اور بہرے بن کر سنتے ہیں، ان کی نخوت اسے قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے، لیکن اہل ایمان کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَ عُمْیَانًا○ (الفرقان:۷۳)

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو ان کے رب کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر اس کا خاص انعام ہوتا ہے، وہ ان کو ہدایت سے نوازتا اور کارِ نبوت کے لیے ان کا انتخاب فرماتا ہے۔ سورۂ مریم میں بعض پیغمبروں کے ذکر کے بعد ان کے جذبات اور قلبی کیفیت کی تصویر کشی کی گئی ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْرَآئِیْلَ وَمِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا○ السجدة (مریم:۵۸)

یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا۔ آدم کی ذریت میں سے اور ان میں سے جن کو نوح کے ساتھ ہم نے کشتی میں سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد میں سے تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے، جن کو ہم نے ہدایت دی اور رسالت کے لیے منتخب کیا۔ جب ان کو رحمان کی آیتیں سنائی جاتیں تو وہ روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے۔

قرآن مجید نے منکرینِ اہلِ کتاب اور مشرکین سے کہا کہ تم اللہ کی اس کتاب کا انکار کر رہے ہو اور اس پر اڑے ہوئے ہو۔ دوسری طرف اہل کتاب کے اہل علم ہیں کہ وہ اس کتاب کو سنتے ہیں تو اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور ان کے خشوع وخضوع میں اضافہ ہو جاتا ہے:

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا○ وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا○ وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا○ السجدة (بنی اسرائیل:۱۰۹)

کہو تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ بے شک وہ لوگ جن کو اس سے پہلے (توریت کا) علم دیا گیا ہے جب ان کے سامنے اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اپنی ٹھوڑیوں (چہرے) کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں: پاک ہے ہمارا رب۔ بے شک ہمارے رب کا وعدہ (آخری کتاب نازل کرنے کا) پورا ہونا ہی تھا۔ اور وہ روتے ہوئے چہروں کے بل گر پڑتے ہیں اور ان کے خشوع میں اضافہ ہوتا ہے۔

قساوتِ قلب انسان کو حق سے دور کرتی ہے اور قلب کا خشوع وخضوع اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے۔ یہی اللہ کے نیک بندوں کی پہچان ہے۔

انقباضِ قلب

دل کی ایک بیماری حق سے انقباض ہے یہ انقباض آدمی کو اللہ تعالیٰ کو ماننے، توحید کا راستہ اختیار کرنے اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کرنے نہیں دیتا۔ اللہِ واحد کے ذکر ہی سے اس کے اندر نفرت اور تکدر ابھر آتا ہے۔ چناں چہ مشرکین کے بارے میں کہا گیا:

وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ وَ إِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِن دُوْنِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ○ (الزمر:۴۵)

جب اللہ واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دلوں پر انقباض طاری ہونے لگتا ہے۔ جب اس کے سوا دوسروں (جھوٹے خداؤں) کا ذکر ہوتا ہے فوراً خوش ہوجاتے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کے جذبات کی تصویر کشی کی گئی ہے جنہیں خدا اور آخرت پر ایمان نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے ذکر ہی سے وہ گھٹن محسوس کرنے لگتے ہیں اور ان کے دل بھنچنے لگتے ہیں۔ اس کی جگہ جب معبودانِ باطل کا تذکرہ ہوتا ہے تو ان کے اندر فرحت و انبساط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں کفار ومشرکین کی اس کیفیت کا ذکر کسی قدر تفصیل سے ہے:

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالآخِرَةِ حِجَاباً مَّسْتُوراً○ وَ جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِيْ آذَانِهِمْ وَقْراً وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِيْ الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَى اَدْبَارِهِمْ نُفُوراً○ (بنی اسرائیل: ۴۵-۴۶)

جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے ہیں اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں کہ وہ اسے سمجھ نہ پائیں اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دیتے ہیں۔ جب تم قرآن میں اپنے رب کا ذکر کرتے ہو جو ایک ہے تو وہ نفرت سے پیٹھ پھیر کر پلٹ جاتے ہیں۔

شرحِ صدر

انقباضِ قلب کی ضد ہے شرحِ صدر۔ اللہ تعالیٰ جس کسی کو سیدھا راستہ دکھانا چاہتا ہے اس پر اسے شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے۔ اس کے اندر اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ ابھرتا ہے اور وہ اللہ کے ہر حکم کو بجا لانے کے لیے خوشی سے آمادہ ہوتا ہے۔ لیکن جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ ضلالت اور گم راہی میں پڑا رہے تو اس کے سینہ کے دروازے اطاعت کے لیے نہیں کھلتے۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ زور لگا کر آسمان کی طرف چڑھ رہا ہے اور اس کی جان نکلی جارہی ہے۔ ان دونوں کیفیات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ○ (الانعام:۱۲۵)

اللہ جس شخص کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ گم راہی میں ڈالنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے، قبولِ حق کے لیے اس میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، جیسے وہ مشکل سے آسمان پر چڑھ رہا ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔

اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے دین پر شرحِ صدر ہونا ہدایت کی علامت ہے اور جو اس نعمت سے محروم ہے وہ ضلالت اور گم رہی کا شکار ہے۔ یہی بات دوسری جگہ ان الفاظ میں کہی گئی ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ (الزمر:۲۲)

پس کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی عطا کردہ روشنی پر قائم ہے (اس شخص کی طرح ہے جو قساوتِ قلب میں مبتلا ہے) پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل سخت ہیں اور اللہ کے ذکر کا اثر نہیں قبول کرتے۔ یہ لوگ کھلی گمرہی میں ہیں۔

دل اثر پذیر بھی ہے

انسان کا قلب اس کے اعمال کا مرکز ومحور ہے۔ اسی سے حرکت وعمل کا جذبہ اسے ملتا ہے، اس کے ساتھ انسان کے اعمال خود بھی قلب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آدمی کا پاکیزہ کردار اورحسنِ سیرت اس کے قلب کو جلا عطا کرتی ہے۔ اس کی غلط روی اور بدعملی سے دل پر ظلمت چھاجاتی ہے۔[1]

قرآن مجید کے منکرین اسے ماضی کی داستان کہا کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ قصے کہانیوں کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ اللہ کی کتاب ہے جو ان کی ہدایت کے لیے نازل کی گئی ہے۔ ان کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کی بدعملیوں کی وجہ سے ان کے قلوب زنگ آلود ہو چکے ہیں۔ حق کی روشنی ان پر منعکس نہیں ہو رہی ہے اور حق وباطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت سے وہ محروم ہو گئے ہیں:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (المطففین:۱۴)

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے دلوں پر زنگ آ گیا ہے ان کی بداعمالی کی وجہ سے جس کا وہ ارتکاب کر رہے تھے۔

احادیث میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ غلط اعمال سے دل پر آہستہ آہستہ زنگ آنے لگتا ہے۔ اسے صیقل نہ کیا جائے تو پورا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج توبہ و استغفار اور اپنی غلط روش کو بدلنا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس سلسلے کی متعدد روایات ابن جریر، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان العبد اذا اخطأ خطیئة نکت فی قلبه نکتة سوداء فان هو نزع و استغفر و تاب صقل قلبه و ان عاد زید

جب بندہ کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ آ جاتا ہے۔ اگر وہ اس سے کنارہ کش ہوجائے، استغفار اور توبہ کرے تو دل صیقل ہو جاتا ہے، لیکن وہ دوبارہ یہی عمل

[1] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: جلد۱، جزء۱، ص۱۳۴

فیھا حتی یعلو قلبه فھو الران الذی ذکر الله[۱]

کرے تو یہ دھبہ بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے۔ یہی وہ 'ران' (زنگ) ہے، جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے۔

قلب سلیم

قرآن مجید میں اس قلب کی تعریف کی گئی ہے، جس میں پاکیزہ جذبات پرورش پا رہے ہوں اور جو روحِ اخلاص سے معمور ہو۔ اسے 'قلب سلیم' کہا گیا ہے۔ یہی قلبِ سلیم قیامت میں انسان کو کامیابی سے ہم کنار کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا کے بعض کلمات یہ ہیں:

وَ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ○ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ○ (الشعراء:۸۷-۸۹)

اور مجھے اس دن رسوا نہ فرما جس دن سارے انسان اٹھائے جائیں گے، جس دن مال نفع دے گا اور نہ اولاد، صرف وہی کامیاب ہوگا جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر حاضر ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی 'قلب سلیم' سے نوازا تھا۔ ارشاد ہے:

وَ اِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ○ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ○ (الصّٰفّٰت:۸۳،۸۴)

بے شک نوح ہی کی راہ پر چلنے والا ابراہیم تھا، جب وہ اپنے رب کے پاس 'قلب سلیم' لے کر حاضر ہوا۔

'قلب سلیم' سے مراد وہ قلب ہے جو کفر و شرک کی آلائشوں سے پاک ہو، جس سے ایمان و یقین کے سوتے پھوٹ رہے ہوں، جس میں کسی طرح کے شک اور تردد کا گزر نہ ہو، جس میں اللہ سے محبت و اخلاص، اس کی اطاعت اور اس کے لیے قربانی کا جذبہ موج زن ہو اور جو اس کے ہر

۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳۱۹/۸،۳۲۰۔ یہ حدیث الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبۃ میں مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے نقل ہوئی ہے۔ اس میں بندے کی جگہ مومن کا لفظ ہے۔

حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے آمادہ ہو، جو ان تمام جذبات و احساسات کو دبا دے جو معصیت کی طرف لے جاتے ہیں۔

قلب کا تقویٰ

سورۃ الحج میں 'شعائر اللہ' (دین کی نمایاں محسوس علامتیں) کی تعظیم کا ذکر ہے اور اسے قلب کے تقویٰ کی دلیل قرار دیا گیا ہے:

وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○ (الحج:۳۲)	جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔

یہ بات حج کے سلسلے میں کہی گئی ہے۔ یہاں 'شعائر اللہ' سے مراد وہ مخصوص مقامات ہیں جہاں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں۔ چناں چہ صفا و مروہ کی پہاڑیوں کو 'شعائر اللہ' کہا گیا ہے (البقرۃ:۱۵۹)۔ اس میں طواف، سعی، وقوف، رمی اور قربانی کے مقامات بھی آتے ہیں۔ ان کی تعظیم سے مراد یہ ہے کہ ان کی عظمت محسوس کی جائے، دل سے ان کا احترام ہو اور ان مقامات پر شریعت کے حکم کے مطابق مناسک ادا کیے جائیں۔ حج کے موقع پر ہدی یا قربانی کے جانور کا شمار بھی شعائر اللہ میں ہوتا ہے۔(الحج:۳۶) اس کا احترام ضروری ہے۔ اب وہ ایک عام جانور نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے نسبت نے اسے خاص احترام عطا کیا ہے۔ قربانی کے متعلق ارشاد ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَاءُ هَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:۳۷)	اللہ کے پاس نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ خون۔ اس کے پاس تو تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

قربانی ایک ظاہری عمل ہے، اس کی روح تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کو دیکھتا ہے۔ قربانی کا گوشت پوست اور خون یہیں رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پاکیزہ جذبہ کو قبول کرتا ہے جس کا نام تقویٰ ہے۔ یہ بات شریعت کے تمام احکام کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر ہی کو نہیں اس کی حقیقی روح تقویٰ کو دیکھتا ہے۔ اور تقویٰ کا مسکن انسان کا قلب ہے۔

اصلاح قلب کی اہمیت

انسان کے صلاح وفساد میں فیصلہ کن اہمیت قلب کو حاصل ہے۔قلب کی اصلاح پر پوری زندگی کی اصلاح کا دارومدار ہے۔قلب میں بگاڑ ہےتو آدمی کو غلط رخ پر جانے سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں قلب کی اس اہمیت کو بہت واضح اور موثر طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت ہے، جو بخاری،مسلم اور حدیث کی بعض دیگر کتابوں میں موجود ہے، کہتے ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الحلال بَيّنٌ و الحرام بَيّنٌ و بينهما مشتبهات لاَ يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرا لدينه و عرضه و من وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعى يرعى حول الحمٰى يوشک ان يرتع فيه اَلاَ و ان لكل ملک حمى الا و ان حمى الله محارمه الا و ان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله و اذا فسدت فسد الجسد كله الا وهى القلب[1]

میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے سنا ہے کہ حلال واضح ہےاور حرام واضح ہے۔ ان کے درمیان مشتبہات بھی ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے جو شخص شبہات سے بچے وہ اپنے دین اور عزت کو بچالے جائے گا اور جو شبہات میں پڑے وہ حرام ہیں پڑ سکتا ہے۔ اس کی مثال چرواہے کی ہے، جو کسی محفوظ چراگاہ کے اطراف اپنے جانور چراتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ جانور اس کے اندر چرنے لگے۔ سن رکھو! ہر بادشاہ کی ایک خاص چراگاہ ہوتی ہے۔ اللہ کی خاص چراگاہ اس کے محارم ہیں (اس میں داخل ہونے کی کسی کو اجازت نہیں ہے) یادرکھو! جسم میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ وہ درست ہوتو پورا جسم درست ہوتا ہےاور اس میں خرابی آجائےتو پورے جسم میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔سن رکھو یہ قلب ہے۔

---

[1] بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرألدینہ۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبہات۔ الفاظ مسلم کے ہیں۔ اس حدیث کو محدثین نے ان تین چار احادیث میں شمار کیا ہے،جن پر اسلام کی کل تعلیمات کی اساس ہے۔نووی، شرح مسلم، جلد۶، جزء۱۱، ص۲۳

اس حدیث میں احکام شریعت کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا گیا کہ جو چیزیں حلال یا حرام ہیں وہ واضح ہیں۔ ان کے حق میں نصوص اور واضح دلائل موجود ہیں۔ ان کے بارے میں شریعت کا موقف آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ان کے درمیان مشتبہ امور بھی ہیں، ان کا حکم معلوم کرنا ہر ایک کے لیے آسان نہیں ہے۔ اسلامی علوم کے ماہرین ہی کوئی رائے قائم کرسکتے ہیں۔ حلت کی کوئی بنیاد ہوگی تو اسے حلال قرار دیں گے اور حرمت کے اسباب ہوں گے تو حرمت کا فیصلہ کریں گے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی بتادی گئی کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کی چیزوں سے احتراز کیا جائے۔ اس سے آدمی کا دین بھی محفوظ رہے گا اور اس پر یہ الزام بھی عائد نہ ہوگا کہ اس نے مادی فائدہ کی خاطر غلط کام کیا ہے۔ شبہات سے بچنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس میں پڑنے کے بعد آدمی آہستہ آہستہ حرام کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ اس کی مثال آپ نے یہ دی کہ اگر کوئی چرواہا اپنے جانور دوسرے کی چراگاہ کے قریب چرائے تو اس میں وہ کسی وقت گھس ہی جائیں گے۔ جس طرح ہر بادشاہ کی مخصوص چراگاہ ہوتی ہے، اسی طرح اللہ کے محارم اس کی خاص چراگاہ ہیں۔ اس میں داخل ہونے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ آدمی ان محارم سے بچنا چاہے تو اسے ان سے دور ہی رہنا ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے اصلاحِ قلب کی طرف جن الفاظ میں توجہ دلائی انھیں ادب اور اخلاق کا شاہ پارہ کہا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: جسم میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، لیکن اس کی اہمیت یہ ہے کہ اگر وہ درست ہے تو سارا جسم درست رہے گا، اس میں فساد آجائے تو پورا جسم مبتلائے فساد ہوجائے گا۔ یہ انسان کا قلب ہے۔

جسم میں قلب کی حیثیت حاکم کی ہے۔ اس کے حکم پر اعضاء حرکت کرتے ہیں۔ اس میں جذبہ صلاح ہو تو پورا جسم صحیح راہ پر گامزن ہوگا، اس میں فاسد جذبات پرورش پا رہے ہوں تو جسم اسی رخ پر چل پڑے گا۔ اگر قلب غلط جذبات سے پاک ہو تو وہ محرمات سے اور مشتبہ چیزوں سے بچے گا، ورنہ وہ حرام کا ارتکاب بھی کرسکتا ہے اور مشتبہ امور سے دور رہنا بھی اس کے لیے مشکل ہوگا۔

قلب تغیر پذیر ہے

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں انسان کی حیات ہے۔ اس میں پیچھے رہ جانے کے بعد وہ حیوانوں کی زندگی تو بسر کرسکتا ہے لیکن حقیقی زندگی سے محروم ہوگا۔ اس لیے فرمایا گیا کہ اللہ اور رسول جب تمھیں کسی بھی معاملہ میں آواز دیں تو فوراً دوڑ پڑو۔ اس میں جان بھی چلی جائے تو یہ تمھارے لیے باعث حیات ہے۔ اس میں پس و پیش کروگے تو یاد رکھو دل کا حال بدل سکتا ہے۔ اللہ تمھارے اور تمھارے دل کے درمیان حائل ہوجائے گا اور تم پیچھے چلتے چلے جاؤ گے۔

يٰٓـاَيُّهَا الَّـذِيۡنَ آمَـنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَ لِلـرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَـاكُـم لِـمَا يُحۡيِيۡكُمۡ وَ اعۡـلَمُوۡا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوۡلُ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ۝ (الانفال:۲۴)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمھیں بلا رہا ہے اس چیز کی طرف جو تمھارے لیے حیات ہے۔ یہ بات سمجھ لو کہ انسان اور اس کے دل کے درمیان اللہ حائل ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔

حقیقت یہ ہے کہ قلب مستقل ایک حال میں نہیں رہتا، اس کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دل کی مثال بیاباں میں ایک پر کی ہے، ہوائیں اسے ادھر ادھر کرتی رہتی ہیں۔[1]

دل کی اس کیفیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی بہ کثرت دعا ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے دین پر ثابت رکھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے:

يـا مقـلـب الـقـلـوب ثبـت قلبی علیٰ دینک

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔

---

[1] ابن ماجہ: المقدمہ، باب ۱۰، مسند احمد، ۴/ ۴۰۸

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: آپ کو تو ثباتِ قلب حاصل ہے۔ آپ پر اور آپ کی تعلیمات پر ہمارا ایمان ہے۔کیا ہمارے متعلق آپ کو اندیشہ ہے؟ آپ نے فرمایا:

نعم القلوب بين اصبعين من اصابع الله يقلبها كيف يشاء [1]	ہاں! انسانوں کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ ان کو جیسا چاہتا ہے الٹ پھیر کرتا رہتا ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان قلوب بنی آدم كلها بين اصبعين من اصابع الرحمن كقلب واحد يصرفه كيف يشاء	تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان اسی طرح ہیں جیسے ایک دل دو انگلیوں کے درمیان ہو اور وہ اسے جیسے چاہے پھیرے۔

اس کے بعد دعا فرمائی:

اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا على طاعتک [2]	اے اللہ دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

اس سے اللہ کی اطاعت کی طرف دل کے متوجہ رہنے اور دین پر استقامت کے لیے دعا کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ یہ دعا ہمیشہ ہوتی رہنی چاہیے۔

☆☆☆

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب فی القدر بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ

[2] مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللہ القلوب کیف یشاء

ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی کی

چند اردو مطبوعات

	کتاب	مصنف	صفحات	قیمت
۱	معرکۂ اسلام و جاہلیت	مولانا صدرالدین اصلاحی	۱۳۷	۹۰
۲	مذہب کا اسلامی تصور	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۵۹۱	۱۰۰
۳	مشترکہ خاندانی نظام اور نظریہ اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۰۲	۴۰
۴	وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۹۲	۴۰
۵	آزادئ فکر و نظر اور اسلام	مولانا سلطان احمد اصلاحی	۱۲۸	۴۰
۶	قرآن، اہلِ کتاب اور مسلمان	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۹۶	۷۰
۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۲۰۰	۵۰
۸	اہلِ مذاہب کو قرآن کی دعوت	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۸۴	۴۵
۹	کفر اور کافر قرآن کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی	۶۰	۲۰
۱۰	جرائم اور اسلام	مولانا محمد جرجیس کریمی	۲۲۴	۵۰
۱۱	مسلمانوں کی حقیقی تصویر	مولانا محمد جرجیس کریمی	۱۶۴	۵۵
۱۲	عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت	پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی	۱۳۶	۳۰
۱۳	شیئر بازار میں سرمایہ کاری	داکٹر عبدالعظیم اصلاحی	۱۵۶	۴۵

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر-۹۳، علی گڑھ-۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابوالفضل انکلیو، نئ دہلی- ۲۵